

جوانوں کو امام علی علیہ السلام کی وصیتیں

<?xml encoding="UTF-8">

اس مقالے کی سند نہج البلاغہ کا خط ۳۱ ہے۔ سید رضی کے بقول صفین سے واپسی پر ”حاضرین“ کے مقام پر حضرت نے یہ خط اپنے فرزند امام حسن بن علی علیہ السلام کے نام تحریر فرمایا۔ حضرت اس کے حکیمانہ کلام کا مخاطب امام حسن علیہ السلام کے توسط سے حقیقت کا متلاشی ہرجوان ہے۔ ہم یہاں فقط چند اہم بنیادی اصولوں کو بیان کریں گے۔

۱۔ تقویٰ اور پاک دامنی :

امام فرماتے ہیں : ”واعلم یا بنی ان اجب مانت آخذہ الی من وصیتی تقوی اللہ“۔

بیٹا جان لو کہ میرے نزدیک سب زیادہ محبوب چیز اس وصیت نامے میں تقویٰ الہی ہے جس سے تم وابستہ رہو۔ مضبوط حصار (قلعہ)

جوانوں کے لئے تقویٰ کی اہمیت اس وقت اجاگر ہوتی ہے جب زمانہ جوانی کے تمایلات، احساسات اور ترغیبات کو مدنظر رکھا جائے۔ وہ جوان جو غرائز، خواہشات نفسانی، تخیلات اور تندوتیز احساسات کے طوفان سے دوچار ہوتا ہے ایسے جوان کے لئے تقویٰ ایک نہایت مضبوط و مستحکم قلعے کی مانند ہے جو اسے دشمنوں کی تاخت و تاراج سے محفوظ رکھتا ہے یا تقویٰ ایک ایسی ڈھال کی طرح ہے جو شیاطین کے زہر آلود تیروں سے جسم کو محفوظ رکھتی ہے۔

امام فرماتے ہیں : **اعلموا عبد اللہ ان التقوی دار حصن عزیز۔** [1]

ترجمہ : اے اللہ کے بندو جان لو کہ تقویٰ ناقابل شکست قلعہ ہے۔

شہید مطہری فرماتے ہیں ”یہ خیال نہیں کرنا چاہئے کہ تقویٰ نماز و روزے کی طرح دین کے مختصات میں سے ہے بلکہ یہ انسانیت کا لازمہ ہے انسان اگر چاہتے ہیں کہ حیوانی اور جنگل کی زندگی سے نجات حاصل کرے تو مجبور ہے کہ تقویٰ اختیار کرے۔“ [2]

جوان ہمیشہ دورا ہے دو متضاد قوتیں اسے کھینچتی ہیں ایک طرف تو اس کا اخلاقی اور الہی وجدان ہے جو اسے نیکیوں کی طرف ترغیب دلاتا ہے دوسری طرف نفسانی غریزہ، نفس امارہ اور شیطانی وسوسے اسے خواہشات نفسانی کی تکمیل کی دعوت دیتے ہیں عقل و شہوت، نیکی و فساد، پاکی و آلودگی اس جنگ اور کشمکش میں وہی جوان کامیاب ہو سکتا ہے جو ایمان اور تقویٰ کے اسلحہ سے لیس ہو۔

یہی تقویٰ تھا کہ حضرت یوسف عزم صمیم سے الہی امتحان میں سربلند ہوئے اور پھر عزت و عظمت کی بلندیوں کو چھوا۔ قرآن کریم حضرت یوسف کی کامیابی کی کلید دو اہم چیزوں کو قرار دیتا ہے ایک تقویٰ اور دوسرا صبر۔

ارشاد ہے: ”انہ من یتق و یصبر فان اللہ لایضیع اجر المحسنین“ یوسف ۹۰۔

ترجمہ: وکوئی تقویٰ اختیار کرے اور صبر (واستقامت) سے کام لے تو اللہ تعالیٰ نیک اعمال بجالانے والوں کے لئے اجر کو ضائع نہیں فرماتا۔

ارادہ کی تقویت :

بہت سے جوان ارادے کی کمزوری اور فیصلہ نہ کرنے کی صلاحیت کی شکایت کرتے ہیں۔ کہتے ہیں : کہ ہم نے بری عادات کو ترک کرنے کا بار بار فیصلہ کیا لیکن کامیاب نہیں ہوئے امام علی علیہ السلام کی نظر میں تقویٰ ارادے کی تقویت نفس پر تسلط، بری عادات اور گناہوں کے ترک کرنے کا بنیادی عامل ہے آپ فرماتے ہیں ”آگاہ رہو کہ غلطیاں اور گناہ اس سرکش گھوڑے کے مانند ہیں جس کی لگام ڈھیلی ہو اور گناہ گار اس پر سوار ہوں یہ انہیں جہنم کی گہرائیوں میں سرنگوں کرے گا اور تقویٰ اس آرام دہ سواری کی مانند ہیں جس کی لگام ڈھیلی اور گناہ گار اس پر سوار ہوں یہ انہیں جہنم کی گہرائیوں میں سرنگوں کرے گا اور تقویٰ اس آرام دہ سواری کی مانند ہے جس کا مالک اس پر سوار ہے اس کی لگام ان کے ہاتھ میں ہے اور یہ سواری اس کو بہشت کی طرف لے جائے گی۔“ [3] متوجہ رہنا چاہئے کہ یہ کام ہونے والا ہے، ممکن ہے۔ جو لوگ اس وادی میں قدم رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ کی عنایات اور اللطاف ان کے شامل ہو جاتے ہیں جیسا کہ ارشاد ہے: ”والذین جاهدوا فینا لنھدینھم سبلنا“ عنکوبت ۶۹۔ ترجمہ : اور وہ لوگ جو ہماری راہ میں جدوجہد کرتے ہیں ہم بالیقین وبالضرور ان کو اپنے راستوں کی طرف ہدایت کریں گے۔

۲۔ جوانی کی فرصت اور غنیمت :

بلاشبہ کامیابی کے اہم ترین عوامل میں سے ایک فرصت اور فراغت کے اوقات سے صحیح اور اصولی استفادہ ہے۔ جوانی کا زمانہ اس فرصت کے اعتبار سے انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ معنوی اور جسمانی قوتیں وہ عظیم گہر نایاب ہے جو اللہ تعالیٰ نے جوان نسل کو عنایت فرمایا ہے۔ یہی سبب ہے کہ دینی پیشواؤں نے ہمیشہ جوانی کو غنیمت سمجھنے کی طرف توجہ اور تاکید کی ہے۔ اس بارے میں امام علی فرماتے ہیں:

بادر الفرصة قبل ان تكون غصة۔ [4]

ترجمہ : قبل اس کے کہ فرصت تم سے ضائع ہو اور غم و اندوہ کا باعث بنے اس کو غنیمت جانو۔

اس آیت مبارکہ ”لاتنس نصیبک من الدنیا“ قصص ۷۷۔

(دنیا سے اپنا حصہ فراموش نہ کر) کی تفسیر میں فرماتے ہیں : لاتنس صحتک وقوتک وفراغک وشبابک نشاطک ان تطلب بها الآخرة [5]

ترجمہ : اپنی صحت، قوت، فراغت، جوانی اور نشاط کو فراموش نہ کرو اور ان سے اپنی آخرت کے لئے استفادہ کرو۔ جو لوگ اپنی جوانی سے صحیح استفادہ نہیں کرتے امام ان کے بارے میں فرماتے ہیں :

انہوں نے بدن کی سلامتی کے دنوں میں کئی سرمایہ جمع نہ کیا، اپنی زندگی کی ابتدائی فرصتوں میں درس عبرت نہ لیا۔ جو جوان ہے اس کو بڑھاپے کے علاوہ کسی اور چیز کا انتظار ہے [6]

جوانی کے بارے میں سوال

جوانی اور نشاط اللہ کی عظیم نعمت ہے جس کے بارے میں قیامت کے روز پوچھا جائے گا۔ پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے ایک روایت ہے آپ فرماتے ہیں: قیامت کے دن کوئی شخص ایک قدم نہیں اٹھائے گا مگر یہ کہ اس سے چار سوال پوچھے جائیں گے :

۱۔ اس کی عمر کے بارے میں کہ کیسے صرف کی اور کہاں اسے فنا کیا؟

۲۔ جوانی کے بارے میں کہ اس کا کیا انجام کیا؟

۳۔ مال و دولت کے بارے میں کہ کہاں سے حاصل کی اور کہاں کہاں خرچ کیا؟

۴۔ اہل بیت کی محبت و دوستی کے بارے سوال ہوگا۔ [7]

یہ جو آنحضرت نے عمر کے علاوہ جوانی کا بطور خاص ذکر فرمایا ہے اس سے جوانی کی قدر و قیمت معلوم ہوتی ہے۔

امام علی فرماتے ہیں: **شیئان لایعرف فضلہما الا من فقدہما الشباب والعافیۃ۔** [8]

انسان دو چیزوں کی قدر و قیمت نہیں جانتا مگر یہ کہ ان کو کھودے ایک جوانی اور دوسرے تندرستی ہے۔

۳۔ خود سازی :

خود سازی کا بہترین زمانہ جوانی کا دور ہے۔ امام اپنے فرزند عزیز امام حسن سے فرماتے ہیں :

انما قلب الحدث کالارض الخالیۃ مالقی فیہا من شئی قبلتہ فبادرتک بالادب قبل ان یقسوا قلبک ویشتغل لیک۔ [9]

ترجمہ : نوجوان کا دل خالی زمین کے مانند ہے جو اس میں بویا جائے قبول کرتی ہے پس قبل اسکے کہ تو قسوی القلب (سنگدل) ہو جائے اور تیری فکر کہیں مشغول ہو جائے میں نے تمہاری تعلیم و تربیت میں جلدی کی ہے۔ ناپسندیدہ عادات جوانی میں چونکہ ان کی جڑیں مضبوط نہیں ہوتیں اس لئے ان سے نبرد آزمائی آسان ہوتی ہے۔ امام خمینی فرماتے ہیں ”جہاد اکبر ایک ایسا جہاد ہے جو انسان اپنے سرکش نفس کے ساتھ انجام دیتا ہے۔ آپ جوانوں کو ابھی سے جہاد کو شروع کرنا چاہئے کہیں ایسا نہ ہو کہ جوانی کے قوی تم لوگ ضائع کر بیٹھو۔ جیسے جیسے یہ قوی ضائع ہوتے جائیں گے ویسے ویسے برے اخلاقیات کی جڑیں انسان میں مضبوط اور جہاد مشکل تر ہوتا جاتا ہے ایک جوان اس جہاد میں بہت جلد کامیاب ہو سکتا ہے جب کہ بوڑھے انسان کی اتنی جلدی کامیابی نہیں ہوتی۔

ایسا نہ ہونے دینا کہ اپنی اصلاح کو جوانی کی بجائے بڑھاپے میں کرو۔ [10]

امیر المومنین ارشاد فرماتے ہیں : **غالب الشهوة قبل قوت ضراوتہا فانہا ان قویت ملکک واستفادتک ولم لقد علی مقاومتہا۔** [11]

ترجمہ: اس سے قبل کہ نفسانی خواہشات جراثیم اور تندرستی کی خواہشیں ان سے مقابلہ کرو کیونکہ اگر تمایلات اور خواہشات اگر خود سر اور متجاوز ہو جائیں تو تم پر حکمرانی کریں گی پھر جہاں چاہیں تمہیں لے جائیں گی یہاں تک کہ تم میں مقابلے کی صلاحیت ختم ہو جائے گی۔

۴۔ بزرگ منشی۔

اپنے خط میں امیرالمومنین جوانوں کو ایک اور وصیت ارشاد فرماتے ہیں : اكرم نفسك عن كل دنیه وان سافتك الى الرغائب فانك لن تعتاض بماتبذل من نفسك عوضا ولا تكن عبد غيرك وقد جعلك الله اجرا۔ [12]

ترجمہ : ہرپستی سے اپنے آپ کو بالاتر رکھ (اپنے وقار کا بھرپور خیال رکھ) اگرچہ یہ پستیاں تجھے تیرے مقصد تک پہنچادیں پس اگر تونے اس راہ میں اپنی عزت و آبرو کھودی تو اس کا عوض تجھے نہ مل پائے گا اور غیر کا غلام نہ بن کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تجھے آزاد خلق فرمایا ہے۔ عزت نفس انسان کی بنیادی ضروریات میں سے ہے۔ اس کا بیچ اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت میں بویا ہے البتہ اس کی حفاظت، مراقبت اور رشد و تکامل کی ضرورت ہے۔ فرعون کے بارے میں قرآن کریم میں ارشاد ہے :

فاستخف قومه فاطاعوه انهم كانوا قوما فاسقين (زخرف ۵۴)۔

فرعون نے اپنی قوم کی تحقیر کی پس انہوں نے اس کی اطاعت کی کیونکہ یہ لوگ فاسق تھے۔ عزت نفس اور وقار کے لئے مندرجہ ذیل امور ضروری ہیں:

الف۔ گناہ کا ترک کرنا۔

مختلف موارد میں سے ایک گناہ اور پلیدی ہے جو انسان کی عزت نفس کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ پس گناہ اور آلودگی سے اجتناب شرافت نفس اور وقار کا باعث ہوتا ہے۔ امام فرماتے ہیں :

من كرمتم عليه نفسه لم يهنها بالمعصية۔ [13]

جو اپنے لئے کرامت و وقار کا قائل ہو خود کو گناہ کے ذریعے ذلیل نہیں کرتا۔

ب۔ نیازی

دوسروں کے اموال پر نظر رکھنا اور اضطراری موارد کے علاوہ کمک مانگنا عزت نفس اور وقار کو تباہ کر دیتا ہے۔ امام (ع) فرماتے ہیں:

المسئلة طوق المذلة تسلب العزيز عزه والحسب حسبہ۔ [14]

لوگوں سے مانگنا ذلت کا ایسا طوق ہے جو عزیزوں کی عزت اور شریف النسب انسانوں کے حسب و نسب کی شرافت کو سلب کر لیتا ہے۔

ج۔ صحیح رائے۔

عزت و شرافت نفس کا بہت زیادہ تعلق انسان کی اپنے بارے میں رائے سے ہے۔ جو کوئی خود کو ناتوان ظاہر کرے تو لوگ بھی اسے ذلیل و خوار سمجھتے ہیں اس لئے امام فرماتے ہیں :

الرجل حیث اختار لنفسه ان صانها ارتفعت وان ابتذلها اتضعت۔ [15]

ہر انسان کی عزت اس کی اپنی روش سے وابستہ ہے جو اس نے اختیار کی ہے اگر اپنے آپ کو پستی و ذلت سے بچا کر رکھے تو بلندیاں طے کرتا ہے اور اگر خود کو ذلیل کرے تو پستیوں اور ذلتوں کا شکار ہو جاتا ہے۔

د۔ ذلت آمیز گفتار کو کردار سے پرہیز:

اگر کوئی چاہتا ہے کہ اس کا وقار اور عزت نفس محفوظ رہے تو اسے چاہئے کہ ہر ایسی گفتگو اور عمل میں کمزوری کا باعث بنے اس سے اجتناب کرے اسی لئے اسلام نے چاپلوسی، زمانے سے شکایت، اپنی مشکلات کو لوگوں کے سامنے بیان کرنے، بے جا بلند و بانگ دعوے کرنا یہاں تک کہ بے موقع تواضع و انکساری کے اظہار سے منع فرمایا ہے امام علی فرماتے ہیں:

کثرة الثناء ملق يحدث الزهو و يدنى من العزة۔ [16]

تعریف و تحسین میں زیادہ روی چاپلوسی ہے اس سے ایک طرف تو مخاطب میں غرور و تکبر پیدا ہوتا ہے جب کہ دوسری طرف عزت نفس سے دور ہو جاتا ہے۔

اسی طرح فرماتے ہیں: رضی بالذل من كشف ضره لغيره۔ [17]

جو شخص اپنی زندگی کی مشکلات کو دوسروں کے سامنے آشکار کرتا ہے دراصل اپنی ذلت و خواری پر راضی ہو جاتا ہے۔

۵۔ اخلاقی وجدان :

امام اپنے فرزند سے فرماتے ہیں: یابنی اجعل نفسك میزانا فیما بینک و بین غیرک۔ [18]

اپنے بیٹے ! خود کو اپنے اور دوسروں کے درمیان فیصلے کا معیار قرار دو۔ اگر معاشرے میں سب لوگ اخلاقی وجدان کے ساتھ ایک دوسرے سے روابط رکھیں، ایک دوسرے کے حقوق، مفادات اور حیثیت کا احترام کریں تو معاشرتی روابط میں استحکام، سکون اور امن پیدا ہوگا ایک حدیث میں ہے کہ ایک شخص پیغمبر اسلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا : یا رسول اللہ میں اپنے تمام فرائض کو بخوبی انجام دیتا ہوں لیکن ایک گناہ ہے جو ترک نہیں کر پاتا اور وہ ناجائز تعلقات ہیں یہ بات سن کر اصحاب بہت غصے میں آگئے لیکن آنحضرت نے فرمایا آپ لوگ اس کو کچھ نہ کہیں میں خود اس سے گفتگو کرتا ہوں اس کے بعد ارشاد فرمایا: اے شخص کیا تمہاری ماں بہن یا اصلا کیا تمہاری آبرو، ناموس ہے؟

عرض کیا: جی ہاں یا رسول اللہ !

آنحضرت نے فرمایا کیا تو یہ چاہتا ہے کہ لوگ بھی تیری ناموس کے ساتھ ایسے ہی روابط رکھیں ؟
 عرض کیا ہرگز نہیں تو حضرت نے فرمایا پس تو تم خود کیسے آمادہ ہوتی ہو کہ اس طرح کا گناہ بجالاؤ؟
 اس شخص نے سر جھکا لیا اور عرض کیا آج کے بعد میں وعدہ کرتا ہوں کہ یہ گناہ انجام نہ دوں گا۔ [19]
 امام سجاد فرماتے ہیں لوگوں کا یہ حق ہے کہ ان کو اذیت و آزار دینے سے اجتناب کرو۔ اور ان کے لئے وہی
 پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو اور وہی جو اپنے لئے نا پسند کرتے ہوں ان کے لئے نا پسند کرو۔ قرآن حکیم میں
 جو نفس لوامہ کی قسم کھائی گئی ہے یہ وہی انسان وجدان ہے ارشاد ہے :
 ”لا أقسم ببيوم القيامة ولا أقسم بالنفس اللوامة (القيامة، ۲۰)۔“
 قسم ہے روز قیامت کی اور قسم ہے اس نفس کی جو انسان کو گناہ کرنے پر سخت ملامت اور سرزنش کرتا ہے۔

6. تجربات حاصل کرنا۔

امام اپنے مذکورہ وصیت نامے میں امام حسن سے فرماتے ہیں:
 اعرض عليه اخبار الماضي وذكره بما اصاب من كان قبلك من الاولين و سرفى ديارهم وآثارهم
 فانظر فيما فعلوا وعما انتقلوا واين حلوا ونزلوا
 اپنے دل پر گزشتہ لوگوں کی خبریں اور احوال پیش کرو جو کچھ گزشتگان پر تم سے پہلے گزر گیا ہے اس کو یاد کرو ان
 کے دیار و آثار اور ویرانوں میں گردش کرو اور دیکھو کہ انہوں نے کیا کیا۔ وہ لوگ کہاں سے منتقل ہوئے کہاں گئے
 اور کہاں قیام کیا۔
 ایک جوان کو چاہئے کہ وہ تاریخ کی معرفت حاصل کرے اور تجربات کو جمع کرے کیونکہ :
 اول : جوان کیونکہ کم عمر، اس کا ذہن خام اور تجربات سے خالی ہوتا ہے اس نے زمانے کے سرود گرم نہیں دیکھے
 ہوتے اور اسی طرح زندگی کی مشکلات کا سامنا نہیں کیا ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ بعض اوقات ایک جوان کا قلبی
 سکون تباہ ہو جاتا ہے اور وہ افسردگی یا اس کے برعکس طبیعت کی تندہ اور تیزی کا شکار ہو جاتا ہے۔
 دوم : تخیلات اور توہمات جوانی کے زمانے کی خصوصیات ہیں جو بسا اوقات جوان کو حقیقت کی شناخت سے
 محروم کر دیتے ہیں جب کہ تجربہ انسانی توہمات کے پردوں کو پارہ پارہ کر دیتا ہے، امام فرماتے ہیں : التجارب علم
 مستفاد۔ [20]

انسانی تجربات ایک مفید علم ہے ۔

سوم : باوجود اس کے کہ جوان کی علمی استعداد اور قابلیت اسی طرح مختلف فنون اور مہارتیں سیکھنے کی
 صلاحیت بہت زیادہ ہوتی ہے لیکن زندگی کے تجربات نہ ہونے کی بنا پر غیر سنجیدہ فیصلے کرتا ہے اور یہ چیز اس
 کو دوسروں کے جال میں پھانس دیتی ہے۔ امام فرماتے ہیں:
 من قلت تجربته خدع۔ [21]

جس کا تجربہ کم ہو وہ فریب کھاتا ہے۔ امام فرماتے ہیں ۔ تجربہ کار انسانوں کے ہمنشین رہو کیونکہ انہوں نے اپنی

متاع گرانبھائی یعنی تجربات کو اپنی انتہائی گران قیمت چیز یعنی زندگی کو فدا کر کے حاصل کیا ہے جب کہ تو اس گرانقدر متاع کو انتہائی کم قیمت سے حاصل کرتا ہے۔ [22]

تجربات کی جمع آوری کایک بہت بڑا ذریعہ سابقہ امتوں کی تاریخ کا مطالعہ ہے۔ تاریخ، ماضی اور حال کے درمیان رابطہ ہے جبکہ مستقل کے لئے چراغ راہ ہے۔ امام علی فرماتے ہیں گذشتہ صدیوں کی تاریخ تمہارے لئے عبرتوں کے بہت بڑے بڑے درس ہیں۔ [23]

۷۔ آداب معاشرت اور دوستی۔

اس میں شک نہیں کہ دوستی کی بقا اس میں ہے کہ دوستی کی حدود اور معاشرتی آداب کا خیال رکھا جائے۔ دوست بنانا آسان اور دوستی نبھانا مشکل ہے۔

امیر المومنین علیہ السلام امام حسن علیہ السلام سے فرماتے ہیں : کمزور ترین انسان وہ ہے جو دوست نہ بناسکے اور اس سے بھی عاجز تر وہ ہے جو دوست کو کھو دے۔ [24]

بعض جوان دوستانہ تعلقات میں ناپائیداری اور عدم ثبات کی شکایت کرتے ہیں اس کی سلسلے میں اگر ہم امام علی علیہ السلام کی نصیحتوں پر عمل کریں تو یہ مشکل حل ہوسکتی ہے۔ امام کی گفتگو کے اہم نکات مندرجہ ذیل ہیں:

الف: دوستی میں اعتدال ضروری ہے:

جوانی کے زمانے میں معمولاً دیکھا گیا ہے کہ جوان دوستی کے حدود سے تجاوز کر جاتے ہیں اور اس کی دلیل زمانہ، جوانی کے عواطف اور احساسات ہیں بعض جوان دوستی اور رفاقت کے زمانے میں حد سے زیادہ محبت کا اظہار کرتے ہیں جب کہ جدائی کے ایام میں اس کے برعکس شدید مخالفت اور دشمنی کا مظاہرہ کرتے ہیں یہاں تک کہ بغض خطرناک کام انجام دیتے ہیں۔

حضرت فرماتے ہیں اپنے دوست سے اعتدال میں رہتے ہوئے دوستی اور محبت کا اظہار کرو ہوسکتا ہے وہ کسی دن تمہارا دشمن بن جائے اور اسی طرح اس پہ بے مہری اور غصہ کرتے ہوئے بھی نرمی و عطف کا مظاہرہ کرو چونکہ ممکن ہے وہ دوبارہ تمہارا دوست بن جائے۔ [25]

مورد بحث خط میں امام ارشاد فرماتے ہیں: اگر تم چاہتے ہو کہ اپنے بھائی سے تعلقات منقطع کر لو تو کوئی ایک راستہ اس کے لئے ضرور چھوڑ دو کہ اگر کسی روزہ لوٹنا چاہے تو لوٹ سکے۔

شیخ سعدی اس بارے میں کہتے ہیں اپنے ہر راز کو اپنے دوست کے سامنے بیان نہ کر کیا معلوم کہ ایک دن وہ تمہارا دشمن بن جائے اور تمہیں نقصان پہنچائے جو دشمن بھی نہیں پہنچا سکتا۔ جب کہ یہ بھی ممکن ہے کہ کسی وقت دوبارہ تم سے دوستی اختیار کر جائے۔ [26]

ب : بالمقابل محبت کا اظہار:

دوستی اور رفاقت کی بنیاد ایک دوسرے سے محبت کے اظہار پر ہے اگر دوطرف میں سے ایک طرف روابط کی برقراری کا خواہشمند ہو جب کہ دوسری طرف سے بے رغبتی کا اظہار ہو تو اس کا نتیجہ سوائے ذلت کے کچھ نہیں۔
اسی لئے امیر المومنین علیہ السلام اپنے مذکورہ خط میں امام حسن سے فرماتے ہیں :
لاترغب فیمن زهد عنک
جو کوئی تجھ سے تعلق نہیں رکھنا چاہتا اس سے محبت کا اظہار نہ کر۔

ج : دوستانہ روابط کی حفاظت کرنا۔

امام علی دوستانہ روابط کی حفاظت کی تاکید فرماتے ہیں اور ان عوامل کا ذکر فرماتے ہیں جو دوستی کے استحکام کا باعث بنتے ہیں اس سلسلے میں فرماتے ہیں اگر تیرا دوست تجھ سے دوری اختیار کرے تو تجھے چاہئے عطا و بخشش اختیار کر اور جب وہ دور ہو تو تم نزدیک ہو جاؤ جب وہ سخت گیری کرے تو تم نرمی سے کام لو۔ جب غلطی، خطا یا گناہ کا مرتکب ہو تو اس کے عذر کو قبول کرو۔
بعض لوگ چونکہ بہت کم ظرف ہوتے ہیں اور احسان کا نتیجہ دوسرے کی حقارت اور اپنی ذہانت خیال کرتے ہیں اسی لئے حضرت مزید ارشاد فرماتے ہیں : ان سب موارد میں موقعیت کو پہچاننا اور بہت احتیاط کرو کہ جو کچھ کہا گیا ہے اس کو فقط اپنے موقع و محل پر انجام دوا سی طرح اس شخص کے بارے میں انجام نہ دو جو اہمیت نہیں رکھتا۔
امام اسی طرح ایک اور نصیحت ارشاد فرماتے ہیں:
اپنی خیر خواہی کو اپنے دوست کے ساتھ مخلصانہ بنیاد پر انجام دوا گرچہ یہ بات اسے پسند آئے یا ناگوار گزرے۔

[1] نہج البلاغہ خطبہ ۱۵۶۔

[2] دہ گفتار ص ۱۲۔

[3] نہج البلاغہ خطبہ ۱۶۔

[4] نہج البلاغہ خط ۳۱۔

[5] بحار الانوار ج ۶۸ ص ۱۷۷۔

[6] نہج البلاغہ خطبہ ۸۲۔

[7] بحار الانوار ج ۷۴ ص ۱۶۰۔

[8] غرر الحکم و درر الحکم ج ۴ ص ۱۸۳۔

[9] نہج البلاغہ خط ۳۱۔

[10] آئین انقلاب اسلامی ص ۲۰۳۔

[11] غرر الحکم و درر الحکم ج ۴ ص ۳۹۲۔

[12] نہج البلاغہ خط ۳۱۔

- [13] غررالحکم ودررالحکم ج ۵ ص ۳۵۷.
- [14] غررالحکم ودررالحکم ج ۲ ص ۱۴۵.
- [15] غررالحکم ودررالحکم ج ۲ ص ۷۷.
- [16] غررالحکم ودررالحکم ج ۴ ص ۵۹۵.
- [17] غررالحکم ودررالحکم ج ۴ ص ۹۳.
- [18] نهج البلاغه خط ۳۱.
- [19] اخلاق و تعلیم و تربیت اسلامی مؤلف زین العابدین قربانی ص ۲۷۴.
- [20] غررالحکم ودررالحکم ج ۱ ص ۲۶۰.
- [21] دررالكلم ج ۵ ص ۱۸۵.
- [22] شرح نهج البلاغه ابن ابی الحديد، ج ۲ ص ۳۳۵.
- [23] نهج البلاغه خطبه ۱۸۱.
- [24] بحار الانوار ج ۷۴ ص ۲۷۸.
- [25] نهج البلاغه كلمات قصار ۲۶۰.
- [26] گلستان سعدی باب ۸.